ہوئے درختوں اور پودوں کا باغیچہ بنایا تھا۔
یقیناً ہماری خواہش یہی ہے کہ پاکستان گلستان بن جائے لیکن اس خواہش کی تکمیل کے لئے عمل، محنت اور احتیاط کی ضرورت ہے اس کے لئے ہمیں دیانت دارانہ ہمت و محنت کرنے کے ساتھ ساتھ آبادی کو بھی خطرناک حد تک بڑھنے سے روکنے کا اہتمام کرنا ہوگا۔

Marfat.com

خُودی کے ساز میں ہے عُمرِ جاوداں کا سُراغ
خُودی کے سوز سے روشن ہیں اُمتوں کے چراغ

(اقبالؒ)

(۱۵)

انسانی معاشرہ چونکہ افراد ہی کے مجموعے کا نام ہے اس لئے اس کے بگڑنے یا سنورنے کا تمام تر دار و مدار افراد ہی کے طرزِ فکر اور نہج عمل پر ہے۔ ہر فرد اپنی ایک جداگانہ ہستی اور ذاتی لوازمِ زیست رکھتا ہے لہذا اس کے لئے اپنی ہی جان کو عزیز رکھنا اور اپنے ہی مفاد کا فکر کرنا بالکل فطری بات ہے فرد جو کچھ کرتا ہے اپنے مفاد ہی کے پیشِ نظر کرتا ہے۔ اپنے مفاد کے لئے کام کرنا انسان کی فطرت ہے اور اس کی یہ فطرت کسی وعظ و نصیحت یا کسی ایسے عقیدے سے نہیں بدل سکتی جو اسے اپنے مفاد کو دوسروں کے مفاد پر قربان کرنے کی محض تاکید و تلقین کرے۔ انسان ذی عقل اور صاحبِ دانش ہے لیکن چونکہ وہ فطرتاً مفاد پرست ہے اس لئے وہ اپنے

مفاد کے جوش میں وعظ و تلقین اور تعلیمات و ہدایات کو نظر انداز کرکے بزعم خویش ہر جائز و ناجائز کام میں اپنا فائدہ دیکھتا ہے۔ محض تلقین و ہدایات جہاں اس کی فطرت مفاد پرستی کو بدلنے سے قاصر ہے وہاں یہ اہتمام کرنے سے بھی معذور ہے کہ انسان میں غلط و صحیح یا مضر اور مفید کاموں میں خود تمیز کرنے کی بصیرت اور صلاحیت پیدا ہو جائے۔ انسان کسی نہ کسی اچھی تعلیم اور ہدایت سے اپنی وابستگی ظاہر کرتا آیا ہے۔ ہر تعلیم اور ہر ہدایت نے اسے یہ تاکید کی ہے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے ناجائز حربے استعمال نہ کرے، لیکن ہمارا ہر مشاہدہ، ہر تجربہ بلکہ ہم میں سے ہر ایک کا اپنا طرز عمل یہ بتاتا ہے کہ فرد اپنی ذاتی خوشی کو ہر حال میں مقدم رکھتا ہے۔ بلکہ وہ گاہے گاہے ایثار و قربانی کے جو مظاہرے کرتا ہے وہ بھی اپنی مسرت ہی کے لیے کرتا ہے انسان ہر کام اپنے ہی مفاد کے لیے کرتا ہے۔ اس سلسلے میں اس سے اچھائیاں بھی سرزد ہوتی ہیں اور برائیاں بھی۔ جہاں تک اس کے اچھے کاموں کا تعلق ہے وہ اس کے واقعی دانا و بینا ہونے کا ثبوت ہیں اور جہاں وہ بُرے یا مضر رساں کام کرتا ہے وہ اس کے نامعقول بلکہ بیوقوف ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ اپنے مفاد کیلئے

Marfat.com

کام کرنا بُرا نہیں بلکہ ضروری ہے ۔ برائی تو صرف بُرا کام کرنے میں ہے کیونکہ برائی میں عیب یہ ہے کہ اس کے ارتکاب سے دوسروں کو نقصان پہنچنے کے علاوہ مرتکب کو بھی فائدہ نہیں ہوتا اور اچھائی کی خوبی یہ ہے کہ اس کا کرنے والا بھی فائدے میں رہتا ہے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچتا ہے۔

ایک معاشرتی جاندار ہونے کی وجہ سے فرد اپنے ابنائے جنس کا محتاج ہے وہ ذاتی مسرت اسی صورت میں حاصل کر سکتا ہے جب دوسرے اسے غم و اندوہ میں مبتلا نہ کریں۔ اگر ہر شخص اپنے مفاد میں اندھا ہوکر دوسروں کو نقصان پہنچانے لگے تو ظاہر ہے کہ فائدہ کسی کا بھی نہیں ہوگا لیکن اگر ہر فرد ایسے کام کرے جو اس کے لیے بھی فائدہ مند ہوں اور دوسروں کے لیے بھی نافع تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے مفاد اور حقوق حاصل ہوں گے ۔ گویا فرد کا فائدہ مفید ہونے میں ہے نہ کہ مضر ہونے میں ۔ لیکن بیشتر افراد اس نکتے سے لاعلم ہیں اور یہی لاعلمی ان کے مصائب کی جڑ ہے۔

اس وقت افراد مسرتوں سے بھی ہمکنار ہیں اور غموں سے بھی دو چار کیونکہ وہ ایک دوسرے کے لیے رحمت بھی ہیں اور زحمت بھی ۔ افراد آپس میں محبت بھی کرتے ہیں اور

Marfat.com

ایک دوسرے سے لغزت بھی ان میں محاسن بھی موجود ہیں اور معائب و قبائح بھی ۔ فرد خواہ اچھے کام کرتا ہو یا ناپسندیدہ افعال کا مرتکب ہوتا ہو اس کے پیش نظر اپنا ہی مفاد ہوتا ہے ۔ حالانکہ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے اچھائی میں سب کا فائدہ مضمر ہے لیکن برائی میں خود برائی کرنے والے کا بھی فائدہ نہیں ۔ انسان اپنی فطرت سے سرمو انحراف نہیں کرسکتا اور نہ زندگی اس سے اپنی اس فطرت سے باز آنے کا مطالبہ کرتی ہے ۔ ہاں زندگی کا یہ تقاضا ضرور ہے کہ انسان جو کچھ کرے وہ مضر نہ ہو ۔

کیونکہ جو کام مضر ہوگا وہ خود اس کے لیے بھی مضر ہوگا اور دوسروں کے لیے بھی ۔ انسان کو اس کی فطرت مبارک ہو ۔ وہ ایک مقدس فطرت پر پیدا ہوا ہے اس لیے اس کی ہر فطری خواہش مقدس ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ اس نے ابھی تک اپنی فطرت کو عقل و دانش کے صیقل سے صاف نہیں کیا ہے اس کا سینہ ابھی تک تاریک ہے اور اس کا دماغ دور دور تک پرواز کرنے کے باوجود ابھی تک زنگ آلود ہے ۔ وہ یہ بات ابھی تک نہیں سمجھ سکا ہے کہ دوسروں کو نقصان پہنچا کر وہ خود بھی کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا بلکہ ایسا کرکے وہ اپنے ہی مفاد کو خطرے میں ڈال رہا ہے ۔ اگر وہ یہ جان

Marfat.com

لینا کہ برائی راحت افزا نہیں بلکہ غمزا ہے، اور اچھائی مسرت بخش اور اندوہ ربا ہے تو وہ محاسن کو اپنا کر محاسن کی تخلیق اور معائب و قبائح کا استیصال کرتا اس صورت میں وہ ایسا کوئی کام نہ کرتا جس میں کسی اور کا خسارہ ہوتا بلکہ وہ ایسے کام کرتا جو خود اس کے لیے مفید ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے لیے بھی نفع بخش اور باعث رحمت و مسرت ہوتے۔ اس کے نتیجے میں پورا انسانی معاشرہ خوش و خرم ہوتا اور انسان محاسن کی مسلسل تخلیق کی بدولت ثقافتی، معاشرتی اور مادی و روحانی رفعتوں پر کبھی کا خوشی کے جھولے جھول رہا ہوتا۔

بات یہ نہیں کہ انسانی معاشرے میں برائیاں ہی برائیاں ہیں۔ محاسن کی بھی کمی نہیں لیکن برائیوں کی موجودگی میں انسان اپنے اوپر فخر نہیں کر سکتا اور نہ وہ محاسن سے پورا حظ اور لطف اٹھا سکتا ہے بلکہ برائیاں اس کے عیش و مسرت کا ستیاناس کر رہی ہیں اس لیے عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر فرد برائیوں سے اجتناب کرے اور اچھائیوں کو فروغ دے۔ اسی میں اس کی زندگی ہے یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر وہ ابدی مسرتوں سے ہم آغوش ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی مطالبہ یا وعظ و نصیحت نہیں ہے بلکہ غور و فکر

Marfat.com

کی دعوت ہے۔

بات یہ بھی نہیں کہ اس وقت جو اچھائیاں اور برائیاں موجود ہیں وہ اسی سے کی پیداوار ہیں۔ یہ تو آج بھی قدیم ہیں جتنا خود انسان قدیم ہے۔ اچھائیاں یا برائیاں کوئی مجرد یا مابعدالطبیعی اشیا نہیں ہیں۔ یہ انسانی اعمال و افعال ہیں جو نسلاً بعد نسلٍ چلی آرہی ہیں۔ یہ دراصل گزشتہ تمام انسان ہیں جو اچھائیوں اور برائیوں کے روپ میں موجود ہیں۔ افراد انسانی بقائے نسل ہی کا اہتمام نہیں کرتے۔ جہاں مرد اور عورت کے تعلق سے افراد وجود میں آتے ہیں وہاں ان کے اعمال، روایات اور طور طریقے بھی اخلاف کو وراثت میں ملتے ہیں۔ مرحوم انسانوں کا صرف اپنا گوشت، پوست اور ہڈیاں فنا ہو گئی ہیں ان کا جوہر باقی ہے جو لطافت و کثافت دونوں سے ممزوج ہے۔

موت کے بعد زندگی حق ہے۔ اس کی شکل و صورت اور ہیئت و کیفیت کے بارے میں اختلاف ہے لیکن اس کی اس ایک صورت سے تو کسی کو بھی انکار یا اختلاف نہیں ہو سکتا کہ ہر دور کے افراد انسانی میں سابق ادوار کے افراد اپنے اعمال، اقدار اور روایات کی صورت میں زندہ رہتے ہیں۔ حیات انسانی کے تسلسل میں جن افراد نے محاسن کا مظاہرہ کیا ہے اعلیٰ اقدار و روایات

Marfat.com

کو جنم دیا اور انسانی فلاح و بہبود کے کام کیے ہیں یا کم سے کم جنھوں نے غیر ضرر رساں زندگی گزاری ہے اور اپنے مفاد کے لیے کام کرتے وقت حتی الوسع کسی دوسرے کو نقصان نہیں دیا ہے، وہ سب کے سب اپنے محاسن، اعلیٰ اقدار و روایات اور فلاح و بہبود کی صورت میں ہر نسل انسانی میں زندہ چلے آتے ہیں حتیٰ کہ ہمارے اندر بھی زندہ ہیں۔ زندوں میں زندہ رہنے اور زندوں کو زندہ تر کرنے سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی جس طرح نسل انسانی کا تسلسل قائم چلا آرہا ہے بالکل اسی طرح انسانی اعمال و افکار کا تسلسل بھی قائم ہے۔ اس الذکر انسان کی جسمانی زندگی ہے جو افراد کے لیے فانی حیثیت رکھتی ہے لیکن موخر الذکر اس کی روحانی زندگی ہے جو حسن و پاکیزگی کی صورت میں ہمیشہ قائم و باقی رہے گی۔ اسی طرح جو افراد اپنے اپنے دورِ حیات میں معائب و قبائح کو جنم دیتے رہے، غلط اور تباہ کن روایات قائم کرتے رہے اور عقل و خرد سے بیگانہ ہو کر ایسے کام کرتے رہے جس سے دوسروں کو نقصان ہوتا رہا، وہ بھی ہر نسل میں غلط کار انسانوں کی صورت میں زندگی اور اس کے حسن و جمال کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ موجودہ انسان کے

Marfat.com

پاس جو کچھ بھی ہے وہ اسے وراثت میں ملا ہے۔ وہ وراثت ہی سے متاثر ہے اور وہ اعمال و افعال میں خود مختار و آزاد ہونے کے باوجود غلط روایات کے سیلاب میں تنکے کی طرح بہتا چلا جا رہا ہے۔ ماحول ہی نے اس کی خود مختار حیثیت کو کمزور بنایا ہے۔

جسے ہم ماحول کہتے ہیں وہ بھی ایک وراثت مسلسل ہے۔ ہر انسان اپنے ماحول میں آنکھیں کھولتے ہی اس سے متاثر ہوتا ہے چونکہ ماحول میں اچھائیاں اور برائیاں دونو ہوتی ہیں اس لیے ہر فرد پر دونو کا اثر پڑتا ہے مگر ایک فرق کے ساتھ اور اس فرق کا تعلق ہر فرد کے بالکل ذاتی ماحول، ذاتی مزاج ذاتی عقل و دانش، تربیت اور دوسرے نفسیاتی امور و عوامل سے ہوتا ہے۔ تاہم ماحول کی خرابیوں سے وہ افراد بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے جو اگرچہ خود تو ماحول کے غلط اثرات قبول نہ کرنے کی صلاحیت و استعداد رکھتے ہیں لیکن ماحول کی عام خرابی سے ان کی ذاتی زندگی محزون و ملول ہوتی ہے۔ یہی وہ طبقہ ہے جو ہر دور میں خرابیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا رہا ہے۔ انسانی فلاح و بہبود کے لیے انقلابیوں کا روپ بھی ایسے ہی افراد نے دھارا ہے۔ عظیم افراد اسی طبقہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ انسانیت

کی نشاۃِ ثانیہ کی تحریکوں کے رہنما اور علمبردار بھی اسی طبقہ نے مہیا کیے ہیں۔ ایسے لوگ ہر دور اور ہر ملک و ملت میں موجود رہے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو محاسن کی تخلیق نہ ہوتی۔ ہمارے دور میں بھی یہ افراد موجود ہیں اور ایسے ہی افراد کا وجود انسانیت کے درخشاں مستقبل کا ضامن ہے۔

لیکن ایسے افراد کی تعداد ہمیشہ کم رہی ہے جو معقول اور نیکو کار ہوں لہٰذا صحت مند معاشرتی تبدیلیاں آہستہ آہستہ اور بہت کم رونما ہوتی رہی ہیں۔ چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ معقول افراد کی تعداد میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو تاکہ انسانی معاشرہ جلد صحت مند ہو سکے۔ ہر طرزِ عمل اپنے طرزِ فکر کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن اندازِ فکر میں بہتر تبدیلی، تابانی، وسعت اور بلندی پیدا کرنے کے لیے بے اندازہ کام کرنے کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ درست ہے کہ یہ کام کسی ایک پانچسالہ یا دس سالہ منصوبہ سے تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔ ممکن ہے کہ پوری ایک صدی کام کرنے کے بعد بھی نتائج حوصلہ افزا نہ ہوں اور لوگ یہ سوچیں کہ جب ہم اپنے ودر میں خوشگوار ماحول نہیں پیدا کر سکتے تو اس تردد میں کیوں پڑیں؟ اور جب ہم خود اس دنیا میں نہیں رہیں گے تو اس کے مستقبل سے

Marfat.com

ہمیں کیا سروکار! یہ خود عرضانہ تصوّر اس وقت تک موجود رہے گا جب تک معقولیت توہمات اور غیر معقول عقائد پر غلبہ حاصل نہیں کرتی ہم سے پہلے ادوار کے پیشتر افراد بھی اسی گمراہ کن تصوّر میں مبتلا تھے۔ ان کی اس تنگ نظری نا معقولیت اور گمراہی کا خمیازہ ہر آنے والی نسل بھگتتی رہی اور چونکہ بعد میں آنے والی نسل بھی اپنے ان ابا کی طرح یہی سوچتی رہی کہ انہیں جوں توں کرکے زندگی کے دن کاٹ لینے چاہئیں اس لیے وہ خود بھی پسماندہ اور مفلوک الحال رہی اور اپنے اخلاف و اولاد کے لیے بھی پسماندگی، فلاکت اور غلط تصوّرات و روایات چھوڑتی چلی گئی۔ ویسے نیکی اور بدی شروع ہی سے ساتھ ساتھ چلی آ رہی ہے لیکن یہ ثابت نہیں کیا جا سکا کہ نیکی اور بدی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ بات یہ ہے کہ نیکی یا بدی بذاتِ خود کوئی چیز نہیں ہے۔ ان کا وجود انسان کا رہینِ منت ہے۔ نیکیاں اور بدیاں دراصل نیک اور بُرے لوگ ہی ہیں۔ نیک اور با اخلاق لوگ وہی ہو سکتے ہیں جو معقول ہوتے ہیں اور جو لوگ غیر معقول ہوتے ہیں وہی بد اخلاق اور بُرے ہوتے ہیں۔ اس لیے معقولیت نیکی اور حسنِ اخلاق کی تخلیق کرتی ہے اور نا معقولیت برائی اور بد اخلاقی

Marfat.com

کو جنم دیتی ہے۔ ہم اس وقت جو یہ نیک اور بُرے لوگ یا جو نیکیاں اور بُرائیاں دیکھ رہے ہیں یہ معقول یا نا معقول لوگ یا معقولیت و نا معقولیت کی واضح شکلیں ہیں اور یہ کوئی آج کی چیزیں نہیں ہیں بلکہ بہت قدیم ہیں، معقولیت اور نا معقولیت شروع سے ساتھ ساتھ چلی آرہی ہیں۔ جو کچھ ہم آج اپنے اندر دیکھتے یا محسوس کرتے ہیں، یہ گذشتہ ادوار کے معقول اور نا معقول انسان ہی ہیں جنھوں نے ہماری صورت میں نیکی یا برائی کا روپ دھارا ہے۔ ہم خود اچھا یا بُرا جو کچھ بھی کر رہے ہیں اس سے ہماری اولاد اور ہمارے اخلاف متاثر ہوں گے جس طرح ہمارے آبا و اجداد اپنے اعمال کی صورت میں ہمارے اندر زندہ ہیں، اسی طرح ہم اپنے اخلاف میں زندہ رہیں گے۔ پس زندگی کے تقاضے مرنے کے بعد بھی ختم نہیں ہوتے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائینگے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائینگے

ڈیڑھ دو سو سال پہلے دنیا میں جتنے افراد انسان زندہ تھے، آج ان میں ایک بھی اپنی جسمانی صورت میں موجود نہیں ہے۔ اس سے قبل بھی یہی ہوتا آیا ہے کہ نسل انسانی کی ایک فصل کٹتی گئی اور دوسری تیار ہوتی گئی

Marfat.com

موت و پیدائش کا یہ سلسلہ لاکھوں کروڑوں سال سے جاری ہے اور جاری رہے گا افراد ایک معینہ مدت تک زندہ رہ کر مرتے رہیں گے۔ طبعی موت سے نہ سہی (شاید کسی وقت اس پر قابو پایا جا سکے) حادثات سے اموات واقع ہوتی رہیں گی۔ کیونکہ انسان کے ضعیف البنیان ہونے میں کوئی شبہ نہیں لیکن انسانیت غیر معینہ عرصے تک زندہ رہے گی (تاوقتکہ کوئی مصنوعی یا قدرتی حادثہ اس کا خاتمہ نہ کردے) اس کے خوشگوار مستقبل کا انحصار اس بات پر ہے کہ ہر دور کے افراد انسانی اپنے دور کو محاسن اور اچھائیوں سے مزین کرتے رہیں تاکہ وہ جب تک زندہ ہیں خود بھی زندگی سے زیادہ سے زیادہ حظ حاصل کر سکیں اور اپنی اچھائیاں اپنی اولاد اور آئندہ نسل کو بھی وراثت میں دے سکیں۔ دوسرے لفظوں میں اگر افراد کا زندگی کے بارے میں نقطۂ نظر خود غرضانہ اور محدود نہ ہو تو وہ اپنی زندگی کے دوران مسرور و شاداں رہنے کے علاوہ مرنے کے بعد اس جنت میں بھی ابدی مسرتوں سے ہمکنار ہو سکیں گے جس کی تعمیر و تزئین میں انھوں نے اپنے دورِ حیات میں خود بھی نمایاں حصہ لیا تھا لیکن اگر افراد کا نقطۂ نظر اور طرزِ عمل پست اور ادنیٰ رہا اور وہ یہ کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے ؎

بُلبل نے آشیانہ چمن سے اُٹھا لیا
اس کی بلا سے بوم بسے یا ہُما رہے

تو چاہے اس کے جانشین ہما صفت بھی بن جائیں یہ ان میں بشکلِ بوم ہی زندہ رہیں گے اور ان کی سعادتوں کو اپنے منحوس سایہ کی تاریکی میں خفا کرتے رہیں گے۔

یہ عام خیال ہے کہ "جب ہم مر گئے تو دنیا جہنم میں جائے یا بہشت میں ہماری بلا سے" یہ طرزِ فکر غیر انسانی ہے جو انسان کو حیوانی سطح سے بھی نیچے گراتا ہے بلکہ اس قسم کا نظریہ رکھنے والے اپنے وجود اور اپنی ہستی پر غور نہیں کرتے۔ اس میں شک نہیں کہ فردِ انسان فطرتاً اور طبعاً زندگی سے اتنی ہی دلچسپی رکھ سکتا ہے جتنی اس کی اپنی زندگی ہے۔ تقاضائے حیات یہی ہے۔ زندگی اس سے زیادہ مطالبہ نہیں کرتی لیکن اس سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایک فرد جو کچھ حینِ حیات میں کرتا ہے اس سے بہشت کی ترقی میں مدد ملتی ہے اور یا جہنم کے انگاروں میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کی راحت یا عذاب سے وہ خود بھی حصہ پاتا ہے اور اس کے اخلاف بھی اس کا مزہ چکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ زندہ افراد اپنے حینِ حیات میں جو کچھ کرتے ہیں وہی رحمت کے فرشتے یا زحمت و عذاب کے

Marfat.com

عزیت بن کر آئندہ کی نسلوں میں محرک و متحرک رہتے ہیں

زندگی سے دلچسپی رکھنے کا تصور محدود ہو یا وسیع، عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ فرد زندگی سے حیات آفرین دلچسپی رکھے نہ کہ حیات کُش۔ فرد کی جسمانی زندگی محدُود ہے۔ وہ زندگی کے ایک عمیق اور بیکران سمندر میں ایک بلبلے کی حیثیت رکھتا ہے لیکن پانی کے بلبلے اور اِنسان میں فرق ہے اور یہ فرق اس قدر واضح ہے کہ بیان اور تشریح کا محتاج نہیں۔ فردِ انسانی کی زندگی محدُود ہونے کے باوجود ہمہ گیر اور دُور رس نتائج کی حامل ہے۔ لہٰذا کسی فرد کا یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ چونکہ اس کی اپنی زندگی محدود ہے اس لیے زندگی میں اس کی دلچسپیوں کا دائرہ بھی محدود ہونا چاہیے۔ ویسے ہر فرد اپنے خیال اور فکر کی وسعت تک زندگی سے وسیع دلچسپی رکھتا ہے۔ ایسا فرد شائد ہی ملے جو یہ چاہتا ہو کہ اس کی اپنی اولاد اور متعلقین اس کے مرنے کے بعد پریشانی کی زندگی بسر کریں۔ ہر شخص اپنی ذات کے علاوہ اپنے اہل و عیال کے لیے سب کچھ کر گزرنے کو روا رکھتا ہے۔ کوئی محنت و دیانت سے کما کر اپنے آپ کو بہت سی راحتوں اور سہولتوں سے اس لیے محروم کر دیتا ہے کہ اس کے مرنے کے

بعد اس کی اولاد کو آرام ہو اور کوئی اپنی اولاد کو آرام پہنچانے کی خاطر دوسروں کو نقصان دینے سے بھی نہیں چوکتا۔ گویا انسان کی فطرت میں یہ بات موجود ہے کہ وہ اپنی ذات کے علاوہ دوسروں کو بھی عزیز رکھے اور اس میں مرنے کے بعد بھی اپنے ذاتی پسماندگان کے ساتھ خوش و خرم رہنے کی خواہش موجود ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ بعض اوقات ایسے کام کر جاتا ہے جن کے بارے میں اسے یہ احساس نہیں ہوتا کہ ان سے وہ اپنی اولاد میں مرنے کے بعد یا دوران زندگی میں خوش و خرم نہیں رہ سکتا۔ تاہم انسان موت کو پسند نہیں کرتا اور وہ مرنے کے بعد بھی جینے کی تمنا کرتا ہے۔ اس کی یہ تمنا بھی اس کی دوسری تمناؤں کی طرح مقدس ہے۔

فرد جہاں خود زندگی ہے وہاں زندگی کا نتیجہ اور سبب بھی ہے۔ زندگی بیسویں یا گذشتہ صدی یا کسی اور دور کا نام نہیں ہے۔ زندگی قبل از مسیح بھی موجود تھی اور قبل از تاریخ بھی اس کا وجود تھا۔ یہ اس وقت بھی تھی جب انسان کسی اور شکل و صورت میں تھا اور اس وقت بھی تھی جب انسان ایک خلیہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ جب ہماری یہ زمین آگ کی ایک دہکتی ہوئی بھٹی تھی اور پھر ایک

Marfat.com

بحر و بحار تھا۔ زندگی کے وجود سے اس وقت
بھی اِنکار نہیں کیا جا سکتا جب سورج سے
وہ ٹکڑا ٹوٹ کر جدا ہو رہا تھا جس کا نتیجہ
یہ ارضی زندگی ہے حیات و کائنات اس وقت
بھی پورے جوبن پر تھی۔ اِنسان اس ازلی و
ابدی حیات کی ایک ضمنی پیداوار ہونے کے
سبب عرصۂ حیات میں بالکل نو وارد ہے۔ اگرچہ
اس وقت وہ آسمانِ حیات کا ایک بہت
ہی درخشندہ ستارہ بھی ہے۔

اِنسانی زندگی کو اگر خیلے کے دور سے
بھی شمار کیا جائے تو اب تک کروڑوں،
کھربوں نسلیں گزر چکی ہیں۔ بیسویں صدی کا
اِنسان اسی سلسلۂ کائنات کی ایک کڑی ہے،
گویا موجود نسل انسانی کوئی مجرد شے نہیں ہے۔ اس میں
آغازِ حیات سے لیکر اب تک کی ساری نسلوں (خواہ
کسی صورت میں ہوں) کی خصوصات شامل ہیں اس اعتبار
سے انسانی زندگی ابھی تک موت ناآشنا ہے اور
جن لوگوں کو ہم متوفی و مرحوم کہتے ہیں وہ ہماری
ثقافت و معاشرت اور ہمارے ماحول اور فکر
و عمل کی صورت میں زندہ ہیں ہم جو ۱۹۶۴ء میں زندہ ہیں،
خوشیوں سے بھی بہرہ مند ہیں اور غموں سے بھی دو چار۔
یہی بات ہمارے ہر دور کے آبا و اجداد
کے ساتھ بھی تھی۔ خوشی و غم دونوں ہمیں

Marfat.com

انہی سے ورثہ میں ملے ہیں۔ ظلم و انصاف، ہمدردی یا بیدردی، ادائے حقوق یا حقوق تلفی، عمل اچھائی ہو یا برائی، خوشی و غم انہی سے پیدا ہوتے ہیں اور یہ ہمارے گذشتہ ادوار کے آبا و اجداد کے عکس اور سائے ہیں جو دن کے اثرات کے تحت انسانی زیست کی کاٹ رہے ہیں نتیجہ ہے اور ہم آئندہ نسل کے مسلسل نتائج کا تاریخی سلسلہ ہیں۔ ہر فرد اپنے ماحول کے تابع ہے۔ ماحول میں اچھائیاں بھی ہیں اور خرابیاں بھی۔ اس لیے ہر فرد اپنے اسلاف کے اعمال حسنہ کے پھل بھی کھا رہا ہے اور سیات و قبائح کا خمیازہ بھی بھگت رہا ہے۔ اور یہی سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

اس وقت ہماری تہذیب و ثقافت کے جتنے روشن اور حسین پہلو ہیں وہ صرف ہم ۱۹۶۴ء میں رہنے والوں نے نہیں پیدا کیے ہیں ۱۹۶۴ء میں رہنے والے بھی ان میں جلوہ گر ہیں اور ۱۷۶۴ میں زندہ انسانوں کی محنت و ہمت بھی ان میں کارفرما ہے۔ ثقافت و تہذیب کے اس عظیم الشان محل میں آج سے ہزاروں سال قبل کے افراد انسانی کا اینٹ گارا بھی لگا ہوا ہے اور ماضی قریب کے مرحوم و مغفور افراد کے لگائے ہوئے ساز و سامان بھی شامل ہیں۔ تہذیب و ثقافت کی تاریخ

اتنی ہی قدیم اور ارتقائی ہے جتنا قدیم اور ارتقائی خود انسان ہے۔ اگر ہم ایک نسل کو ایک صدی یا ہر صدی کو ایک نسل یا دور سے تعبیر کریں تو ہماری ہر گذشتہ صدی، نسل یا ہر دور ایک دوسرے سے پیوستہ و وابستہ رہ کر بیسویں صدی کے ۱۹۶۴ کی صورت میں جلوہ فگن ہے۔ اس میں ہر نسل جسمانی طور پر افرادِ انسانی کی صورت میں اور روحانی اعتبار سے ان اقدار و روایات کی صورت میں موجود ہیں، جن کے مجموعے کو تہذیب و ثقافت کہتے ہیں۔ غاروں میں رہنے والے بحری دور کے انسان سے لے کر ہمارے ماضی قریب کے مرحوم و مغفور آبا و اجداد تک سب کے سب ہمارے آبا و اجداد بھی ہیں اور معلم و مدرس بھی۔ ہمارے پاس اچھا برا جو کچھ بھی ہے انہی کی عطا ہے ہر نسل نے اپنے اپنے دور میں کچھ کمی و بیشی کی ہے جیسا کہ ہم اپنے دور میں کر رہے ہیں۔ ہمارے ہر دور کے آبا و اجداد ہمارے درمیان اعلیٰ اقدار اور صالح روایات کی صورت میں بھی موجود ہیں اور غلط روایات و تصورات کی شکل میں بھی۔ ایک طرف اگر ہم نے ان کے متروکہ گلستانوں کے گلہائے رنگا رنگ سے جھولیاں بھری ہیں تو دوسری طرف ان کے بچھائے ہوئے کانٹے بھی ہمارے پاؤں کو چھلنی کر رہے ہیں۔ ان

Marfat.com

کی اچھائیاں اور برائیاں دونو محرک و متحرک
ہیں لیکن ظاہر ہے کہ اچھائیاں حیات افروز
اور برائیاں حیات سوز ہوتی ہیں ۔ اوّل الذکر
جنت ہیں اور موخر الذکر دوزخ ۔ جنت و
دوزخ دونوں انسانی اعمال کے نتائج ہیں ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنّم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اقدار و روایات اور محاسن و قبائح سب افراد
انسانی کی تخلیقات ہیں ۔ انسانی زندگی جسمانی ہے
لیکن اس کی بہت بڑی خصوصیت یہ ہے
کہ یہ روحانیت کی تخلیق کرتی ہے ۔ افراد
کے مادی اجسام عارضی ہوتے ہیں لیکن ان
سے جو غیر مادّی اثرات جنم پاتے ہیں وہ
مستقل طور پر جاری و ساری رہتے ہیں
اور یہ روحانی و ما بعد الطبیعی زندگی ہر زندہ
نسل میں کار فرما ہوتی ہے اس لیے انسانی
روحانیت اور مابعد الطبیعیت کوئی غیر مرئی چیز نہیں
ہے ۔ یہ ٹھوس حقائق ہیں ۔ مرحوم اعاظم الرجال
جنھوں نے کچھ عظیم کارنامے انجام دیے ہیں،
مرنے کے بعد اور بھی نمایاں ہیں ۔ کہیں عظیم
سچائیوں کی صورت میں اور کہیں واضح
برائیوں کی شکل میں ۔ ہماری زندگی میں
جو تضاد ہے یہ بھی ہمیں اپنے آبا و اجداد
ہی سے ورثہ میں ملا ہے ۔ چشم بصیرت
وا ہو تو گذشتہ ادوار کے سارے اچھے اور

Marfat.com

بڑے لوگ خواہ وہ خواص ہوں یا عوام، ہمارے سامنے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اچھائیاں اور برائیاں کرتے نظر آرہے ہیں۔

ہر دور کے انسانوں کی طرح ہم بھی اپنے ماحول کے تابع ہیں۔ ہمیں بھی ہمارا یہ ماحول ورثہ میں ملا ہے اور اس کے بیشتر محاسن و قبائح موروثی اور روایتی ہیں۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہمارا یہ ماحول ہمارے اسلاف کی روحانی دنیا ہے اور ہم سب اپنے اسلاف کے ارواح کے زیر اثر ہیں۔ ان میں نیک لوگ بھی تھے اور برے بھی اس لیے ہمارا ماحول نہ تو سر تا پا اچھا ہے اور نہ بالکل برا۔ یہ جدید و قدیم کا ٹکراؤ اور حق و باطل کا معرکہ بھی انہی نیک و بد ارواح کی آمیزش ہے۔ جب نیکوکار لوگوں کی اکثریت ہو تو ماحول پر نیکیوں کا تسلط ہوتا ہے اور جب بدکار و بد اندیش افراد زیادہ ہوں تو ماحول تاریک ہوتا ہے اور اس پر بدکاریوں کا غلبہ ہوتا ہے۔

اس ساری بحث کا مطلب یہ ہے کہ ماحول کا خالق خود انسان ہے۔ انسان مجبور محض اور وراثت کے آگے معذور و ناتواں نہیں ہے۔ جس طرح ہمارے ہر گذشتہ دور کے افراد انسانی نے غلط روایات اور مہلک وراثتوں سے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کرکے تھوڑی بہت کامیابی حاصل کی ہے ہم

Marfat.com

بھی اسی طرح غلط روایات، گمراہ کن عقائد و توہمات اور باطل تصورات سے عقل و خرد کی رہنمائی میں آزادی حاصل کر سکتے ہیں اور ایسا کرکے جہاں اپنی محدود جسمانی زندگی کے دوران زیادہ خوش و خرم رہ سکتے ہیں وہاں آنے والی زندگی کا ایک توانا جزو بن کر جہنم سے دور اور بہشت کے قریب ہو سکتے ہیں اور پھر جب ہماری ہر آئندہ نسل اپنے اپنے دور میں اچھائیوں کو اپنا کر ترقی دیتی رہے گی اور ہماری خرابیوں اور برائیوں سے نجات حاصل کرتی جائے گی تو انسانی زندگی بہشت میں داخل ہوگی اور اس بہشت کے پُر سکون، طمانیت بخش اور مسرت خیز ماحول میں ہماری روحوں کو بھی قرار نصیب ہوگا۔ اس کے لیے ہم اپنے اخلاف کے شکر گذار ہونگے۔

یہ سوچنا نادانی ہے کہ جب ہمارا اپنا دور خوشیوں اور مسرتوں سے معمور نہیں ہے تو مرنے کے بعد کی زندگی سے ہمیں کیا حاصل۔ پہلے تو زندگی محض اس بات کی تاکید نہیں کرتی کہ اخلاف کے لیے قربانیاں دیے جاؤ اس کا تقاضا اور مطالبہ تو یہ ہے کہ اپنے عینِ حیات میں دنیا کو اپنے لیے بہشت بناؤ تاکہ تم خود بھی بہشت کے مزے لوٹو اور اس کے نتیجے میں اپنے اخلاف کے لیے بھی وراثت میں بہشت چھوڑ دو۔ اس

Marfat.com

صورت میں انسان مرے کے بعد بھی محاسن
کی صورت میں زندہ رہے گا لیکن اگر وہ
اس کے برعکس رویہ اختیار کرے گا تو نہ وہ
خود زندگی کا سکھ پائے گا اور نہ اس کی
اولاد و اخلاف کو چین نصیب ہوگا۔ ایک
نسل انسانی کے افراد اپنے دور کی زندگی کو
خوشگوار بنانے میں مصروف ہوتے ہیں ان
کے سینے اس مسرت سے بھی معمور
رہتے ہیں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس
سے خود اس کے علاوہ ان کے اخلاف
کی زندگی بھی مسرور اور شاداں گزرے گی۔
یہ مسرت بذاتِ خود ایک انمول اور
غیر مترقبہ نعمت ہے۔ ہمارے اسلاف
الصالحین نے ایسے بے شمار اچھے کام کیے
ہیں جن کا ان کو خود اتنا زیادہ فائدہ
نہیں پہنچا جتنا ہم نے ان سے اٹھایا ہے
اور اٹھا رہے ہیں، لیکن ان فائدہ مند
کاموں کی انجام دہی کے وقت انہیں جو
مسرت حاصل ہوئی تھی اس کا ہم اندازہ
بھی نہیں کر سکتے۔ کیا حصولِ مسرت
زندگی کی غایتِ غایات نہیں ہے؟
ہم جو اپنے آبا و اجداد کے مقابلے
میں بہتر حالت میں رہ رہے ہیں اور
زیادہ سہولتوں، آسائشوں ساز و سامان اور
علوم و انکشافات سے بہرہ مند ہونے کے

سبب زیادہ اعلیٰ کارنامے انجام دینے کے
قابل ہیں، اگر محاسن کو عام کریں گے تو
خود بھی آرام سے رہیں گے اور ہمیں یہ
طمانیت و مسرت بھی رہے گی کہ ہم
اخلاف کو اپنے سے بہتر زندگی وراثت
میں چھوڑ رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں
کہ ہم اس کا احساس رکھتے ہیں لیکن
ابھی ہم اس حقیقت سے اچھی طرح آشنا
آگاہ نہیں ہوئے ہیں کہ ہماری اچھی کار
گذاریوں کا دائرہ جتنا وسیع، ہمہ گیر اور
اجتماعی نوعیت کا ہوگا ہمیں اتنا ہی زیادہ
اس کا مادّی و روحانی فائدہ حاصل ہوگا اور
ہم اس دنیا کو جلد سے جلد بہشتِ بریں
بنا سکیں گے۔ یہ ہمارے بس کی بات
ہے۔ صرف رویہ اور اندازِ فکر میں دانشمندانہ
اور صحت مندانہ تبدیلی کی ضرورت ہے۔

یہ بات واضح رہے کہ اس سلسلے میں
کسی ایثار کا مطالبہ نہیں کیا جا رہا۔ ایثار
کا مظاہرہ چند غیر معمولی انسان ہی کر سکتے
ہیں۔ یہ عام انسانی فطرت سے بعید ہے
لیکن اگر انسان کو یہ بات دو اور دو
چار کی طرح معلوم ہو جائے کہ اس کا
فائدہ صرف اسی بات میں ہے کہ وہ اپنے
مفاد کے لیے کام کرتے وقت دوسروں کے
مفاد کا بھی خیال رکھے اور ہر انسان اپنے

Marfat.com

آپ نو ابنائے نوع کے لیے مفید اور باعثِ رحمت و راحت بنائے تو پھر اس کی مفاد پرستی کا جذبہ بہت بلند فیض رساں اور حیات آفرین بن جائے۔ افرادِ انسانی کی سب سے بڑی بھول اور نادانی یہ ہے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے کام کرتے وقت یہ سمجھ نہیں پاتے کہ وہ دوسروں کو نقصان پہنچا کر اپنے ہی خسارے کا اہتمام کر رہے ہیں۔ زندگی کا منشا اور تقاضا یہ ہرگز نہیں ہے کہ اپنے ہی مفاد کی جڑوں پر کلہاڑا چلایا جائے۔ زندگی جہاں کسی کو ایثار پر مجبور نہیں کرتی وہاں دوسروں کے خسارے اور گھاٹے پر نفع حاصل کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتی کیونکہ یہ روش طرزِ عمل ہے جو خود زندگی کے تقاضوں کے منافی ہے اگر انسان دوسروں کو مار کر زندہ رہنا اپنا شعار بنائے تو پھر وہ مہذب اور اشرف المخلوقات نہیں بن سکتا۔ ایسا کرنا سراسر انسانیت کے خلاف ہے اور اس میں اس کی اپنی ہی ہلاکت ہے۔ دوسرے جانداروں کے مقابلے میں انسان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عقل و فراست رکھتا ہے، دانش و بینش سے بہرہ ور ہے اور ایسے بہت سے کام کر سکتا ہے جو جانور اور پرندے نہیں کر سکتے۔ دوسرے جاندار اپنی قسمت نہیں بدل سکتے، انسان بدل سکتا ہے اس لیے اگر وہ دوسرے جانداروں کی

طرح کمزور کو تر لقمہ بنانے کا وتیرہ اختیار کرے تو وہ غیر انسانی افعال کا مرتکب ہوگا۔ پس ہر وہ فکر و عمل غیر انسانی ہے جو معقول اور مفید نہ ہو۔

انسان اگر دانش و بصیرت کو اپنا مکمل رہنما بنائے تو وہ جہاں دوسروں کو نقصان پہنچانے کے خطرات کا واضح احساس کرنے کے قابل ہوگا وہاں وہ ایثار پیشہ بھی بن سکے گا کیونکہ اگر انسان ایک دوسرے کے لیے ایثار کرنے لگیں تو بھی اس میں نقصان کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ بھی باہمی فیض رسانیوں کی ایک صورت ہے۔ لیکن دوسروں کو نقصان پہنچانے کی شکل میں اسے خود بھی نقصان ہوگا۔ اگر ایک دوسرے پر قربان ہونے کی روایت قائم ہو جائے تو پھر ہر انسان دوسرے انسان کی جان ہوگا لیکن جب ایک دوسرے کو تکلیف پہنچانے کی رسم پڑ جائے تو پھر ہر شخص تکلیف میں رہے گا۔ یہ امر زندگی سے بعید اور موت کے قریب ہے۔ لوٹ کھسوٹ کے جذبے نے گذشتہ ادوار کے انسانوں کو بھی اذیت و کلفت اور نکبت و فلاکت میں مبتلا کیا تھا اور آج کا انسان بھی اسی کے سبب پریشان ہے۔

اس میں شک نہیں کہ آج کا انسان اپنے آبا و اجداد کے مقابلے میں زیادہ حقیقت شناس اور عقل مند ہے۔ زیادہ آزاد و خود مختار بھی

Marfat.com

ہے اور توہمات میں نسبتاً کم مبتلا ہے۔ وہ اب اندھی تقلید سے قدرے آزاد اور مائل بہ تخلیق ہے۔ وہ بندھے بندھائے عقائد کا زیادہ پابند نہیں رہا۔ اب اس نے اشیاء کی بہت سی حقیقتیں معلوم کر لی ہیں۔ چنانچہ اسے با اخلاق بننے کے زیادہ مواقع حاصل ہیں۔ اب اسے اپنے بہت سے حقوق حاصل ہو گئے ہیں۔ اب وہ زر خرید غلام نہیں رہا۔ آج کا مزدور معزز شہری ہے اسے ووٹ کا حق حاصل ہے۔ اس کے حقوق کے تحفظ کے سامان ہو گئے ہیں۔ اب کسی کو بیگار پر نہیں لگایا جاتا۔ انسان نے اپنی مدد آپ کے سنہرے اصول پر عمل کرنے کا آغاز کر دیا ہے۔ اب وہ مکھیوں کی طرح نہیں مرتا بلکہ اموات میں کمی کے سبب اس کی آبادی میں خطرناک اضافہ ہو رہا ہے۔ آج کل عام افراد کو وہ سہولتیں اور آسائشیں حاصل ہیں جن سے گذشتہ ادوار کے بادشاہ و امراء تک محروم تھے۔ یہ سلطانیٔ جمہور کا زمانہ ہے۔ صلاحیتوں کو ابھرنے کے مواقع حاصل ہیں۔ فرد پہلے سے زیادہ آزاد ہے آج کا انسان حیرت انگیز ایجادات، معلومات اور انکشافات کے دور میں زندگی گزار رہا ہے۔ وہ کئی باتوں کی لِم اور غایت کو سمجھ گیا ہے۔ اب وہ تابع تقدیر ہونے کی بجائے خالق تقدیر بن رہا ہے۔ اب اس کے زندہ رہنے کے ظاہری و باطنی اسباب

میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ یہ سب کچھ اس نے خود حاصل کیا ہے۔ انسان کی یہ تمام حسین تخلیقات اس بات کی مرہونِ منت ہیں کہ اس نے عقل و خرد کو اپنا رہنما بنایا ہے۔ معقولیت سے کام لینے اور تنگ نظری و کوتاہ فکری کی جگہ وسعت نظر اور بلندی فکر کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

موجودہ انسان کا اپنے اسلاف کے مقابلے میں زیادہ آزاد و خود مختار ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ صرف سیاسی طور پر آزاد و خود مختار ہے۔ سیاسی آزادی انسانی تاریخ میں کوئی نئی چیز نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ جو لوگ سیاسی طور پر آزاد ہوں وہ ثقافتی اور معاشرتی یا معاشی طور پر بھی آزاد ہوں گے۔ موجودہ انسان کی سعادت اور خوش قسمتی یہ ہے کہ وہ تقلید کی زنجیروں کو توڑ رہا ہے۔ وہ ہر گذشتہ مفروضے اور عقیدے کو تنقیدی نظروں سے دیکھنے لگا ہے اب وہ کسی بات کو محض اس لیے سچ نہیں مانتا کہ وہ کسی بہت بڑے آدمی نے کہی ہے۔ اب وہ بات کہنے والے کی شخصیت کو نہیں دیکھتا بلکہ بات کے وزن اور صحیح یا غلط ہونے کو دیکھتا ہے۔ یہ انسانی نقطۂ نظر ہے۔ موجودہ انسان اپنے نقطۂ نظر کو بہت زیادہ وقعت دیتا ہے۔ وہ جھوٹ اور تصنع پر ضرب کاری لگانا چاہتا ہے اس نے اب اپنے کھوئے ہوئے گھر کا راستہ معلوم کر لیا ہے اور اس کی طرف محوِ خرام ہے۔

Marfat.com

تاہم وہ ابھی مکمل آزادی سے ہمکنار نہیں ہوا ہے۔ افراد کی اکثریت ابھی تک اپنے گذشتہ آباد اجداد اور اسلاف کے ہر قسم کے افکار و تصورات سے چمٹی ہوئی ہے۔ ابھی انسان توہمات کے جال کو بالکل پارہ پارہ نہیں کرسکا ہے۔ وہ ابھی حقیقت زیست سے کما حقہ آشنا نہیں ہے۔ جہاں وہ حیات آفرین اور زندگی بخش کام کر رہا ہے وہاں وہ حیات سوز اور مہلک سرگرمیوں میں بھی مصروف ہے۔ وہ ابھی تک غلط اور تباہ کن موروثیت کو کلیتہً ترک نہیں کر سکا ہے اور ابھی تک بہت سی ناپسندیدہ روایات کے زیر اثر ہے۔ ابھی اس کا ماحول تاریکیوں اور غلاظتوں سے صاف نہیں ہوا ہے۔ ابھی وہ اس مقام کو نہیں پہنچ سکا ہے جہاں اسے ظالم یا مظلوم نہ کہا جا سکے۔ وہ ابھی تک جھوٹ کہتا ہے اور جھوٹ سنتا ہے فریب کرتا ہے اور فریب کھاتا ہے۔ ابھی اس میں ایک دوسرے سے نفرت، تعصب، تنگ دلی اور کج فکری موجود ہے۔ اس کے قہقہوں کے ساتھ ساتھ گریہ و زاری اور آہ و فغاں بھی سنائی دیتی ہے۔ اب تک اگر وہ اپنے اوپر مکمل اعتماد نہیں کر سکا ہے تو اسے دوسروں پر بھی اعتماد کم ہے۔ ابھی وہ "دیانت داری بہترین طرز عمل ہے" کے مفہوم سے پورا آشنا نہیں ہے۔ وہ اپنے ہی جیسے انسان سے خوفزدہ ہے۔ بغض، کینہ، حسد اور عناد کے جذبات

Marfat.com

سے اس کا سینہ پھٹا جاتا ہے۔ اس کا چہرہ بتاتا ہے کہ اس کا دل و دماغ مکمل طور پر پاکیزہ نہیں ہے۔ اس کی زندگی میں تصنع اور گمراہی موجود ہے اور اس نے ابھی تک اپنے آپ کو حیات و کائنات کے ساتھ ہم آہنگ اور ساز گار نہیں بنایا ہے۔ وہ فطرت کائنات کا ایک جزو لاینفک ہونے کے باوجود کئی امور میں اس سے الگ اور بہت پیچھے ہے۔

جب تک انسان کو انسان سے خوف دامنگیر ہے جب تک اس کا سکون اپنے بھائی ہی کی وجہ سے درہم برہم ہے جب تک وہ طرح طرح کی پابندیوں میں جکڑا ہوا ہے جب تک اسے سزا و تعزیر کے ذریعے غلط کاریوں سے روکنے پر اکتفا کیا جائے گا جب تک وہ طمع یا خوف کی وجہ سے "شریف ہے" جب تک وہ از خود اچھا نہیں بنتا اور اچھائیوں میں مسرت محسوس نہیں کرتا۔ جب تک اچھائیوں کا راستہ کانٹوں سے پُر ہے جب تک انسان کو انسان پر شبہ ہے۔ جب تک ایک ہاتھ میں پستول اور دوسرا مصافحہ کے لیے بڑھ رہا ہے جب تک دنیا میں سیاست اور حکومت کا موجودہ مفہوم باقی ہے۔ اسلحہ کی دوڑ ہو رہی ہے۔ کمزور کو دبایا جا رہا ہے۔ ایک دوسرے کے درپے آزار ہونے کا سلسلہ جاری ہے۔ تخریبی کارروائیاں

Marfat.com

ہو رہی ہیں۔ منفی اقدامات جاری ہیں، سوچ بچار
کا انداز بالکل مثبت نہیں ہے جب تک
ایک انسان دوسرے انسان کے خیالات و
نظریات پر سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر کرنے
کے بجائے اسے گردن زدنی قرار دینا جائز
گردانتا ہے جب تک فرد اپنی پسند کو دوسروں
پر تھوپتا ہے اور دوسروں کی پسند پر قہر و غضب
کا اظہار کرتا ہے جب تک جمہوریت اور ایمانداری
کو مترادف قرار نہیں دیا جاتا اور زندگی کے ہر
چھوٹے بڑے شعبے میں افراد جمہوری اصولوں کو
پیش نظر نہیں رکھتے۔ جب تک سچ کہنا
خطرات کو دعوت دینا ہے اور جب تک حق
کو تلخ کی بجائے شیریں خیال نہیں کیا جاتا۔ جب
تک انسانی ضمیر کی صدا کو صدائے سروش نہیں
سمجھا جاتا جب تک انسان کی فطرتِ آزاد پر
پابندیاں ہیں اس کی ہر فطری خواہش کو مقدس
نہیں سمجھا جاتا۔ جب تک انسان غیر فطری
طور طریقوں کے تحت زندگی بسر کرتا ہے۔ جب
تک افراد ایک دوسرے کے حقوق غصب کرتے
ہیں جب تک جواز پیدا کرنے کے غیر اخلاقی
حیلے موجود ہیں۔ ذمہ داری اور ایمانداری کا فقدان
ہے۔ بدعنوانیاں موجود ہیں۔ فریب، دھوکہ، مکر، بخل،
کینہ، بغض اور آزار کا سلسلہ جاری ہے انسانیت
کی کوئی نسل آزاد و خود مختار ہونے کا دعویٰ
نہیں کر سکتی وہ نہ جسمانی و روحانی بہشت میں

Marfat.com

داخل ہو سکتی ہے نہ اس جہنم سے نکل سکتی ہے جو وراثت میں اسے ملا ہے اور جس کی پیش سے اس کی موروثی اور خود تعمیر کردہ بہشت کے اشجار و انہار کے ہر وقت خشک ہونے کا خطرہ ہے

انسانی زندگی میں یہ تضاد کیوں ہے ؟ محاسن کے ساتھ معائب و قبائح کا سلسلہ کیوں جاری ہے اور اچھائیوں کو برائیوں پر غلبہ کیوں حاصل نہیں ہے ؟ انسان کے روز آفرینش سے لے کر اب تک بے شمار پیغمبر رشی ، منی ، اولیاء اور اتقیا اسے محاسن کی ترغیب دیتے اور برائیوں سے اجتناب کی تلقین کرتے آئے ہیں لیکن برائیاں موجود ہیں اور اچھائیاں کم مؤثر ثابت ہو رہی ہیں ۔ آج جبکہ انسان ترقی کی ایک بالکل نئی منزل میں قدم رکھ چکا ہے اور زمین سے اُٹھ کر آسمان کی پہنائیوں میں جانے کے لیے پر تول رہا ہے بلکہ بلندیوں سے ہو آیا ہے اس کے اخلاق و اعمال میں تضاد بدستور موجود ہے ۔ کیا یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے گا ؟ کیا وہ وقت نہیں آئے گا اور کیا یہ ممکن ہے کہ ایک فرد کا وجود دوسرے کے لیے کس صورت میں باعث زحمت نہ رہے ! کیا ہم اپنے نیک اسلاف کی اچھائیوں کو کلیۃً اور اپنے بُرے اسلاف کی خرابیوں کو یکسر ترک نہیں کر کیا ہم خود بھی اپنے اسلاف کی طرح اچھائیوں

Marfat.com

کے ساتھ برائیوں کو بھی ترکہ میں چھوڑ جائیں گے۔ کیا بد رُو میں آئندہ کی ہر نسل کو ستاتی رہیں گی اور برائی کے مجسم نمائندے ہر دَور میں موجود ہوں گے؟ کیا انسان فطرتاً ظالم و جاہل ہے اور کیا یہ اٹل ہے کہ نیک و بد ہمیشہ رہیں گے کیا انسان کسی مشین کا محض پُرزہ ہے؟ کیا وہ اپنے آپ کو بدلنے پر قادر نہیں؟ کیا وہ اپنے اخلاقی امور میں مجبور محض ہے جبکہ وہ اور بہت سے معاملات میں جبر و قضا کی دیواریں توڑنے میں کامیاب ہو چکا ہے؟ کیا انسانوں کا خمیر اور فطرت ایک نہیں ہے اگر ایک ہے تو ایک ہی فطرت میں تضاد کیوں ہے؟ اور پھر کیا انسان فطرت کائنات کے برعکس ہے۔ فطرت کائنات میں کوئی برائی نہیں اور اگر ہو بھی تو ضروری نہیں کہ انسان بھی اسے اپنائے کیونکہ کائنات اپنے قوانین، قواعد اور ضوابط کے شکنجے میں سخت جکڑی ہوئی ہے اور انسان کائنات کا ایک جزو ہونے کے باوجود بہت سے امور میں خود مختار ہے وہ ذی عقل اور صاحب ارادہ ہے اور اس نے محیر العقول کارنامے انجام دے کر ثابت کر دیا ہے کہ وہ حیات و کائنات میں ایسے کام کر سکتا ہے جو پہلے نہیں ہوئے تھے بلکہ ناممکن بھی خیال کیے جاتے تھے۔ جو انسان زمان و مکان کو محض ایک اضافی چیز میں بدل سکتا ہے کیا وہ اپنے آپ کو نہیں

Marfat.com

بدل سکتا یعنی کیا وہ ان افعال کو ترک کر
پر قادر نہیں جو اسے تباہی و بربادی کی طرف
لے جاتے ہیں یا کم سے کم اس کی مسرت
کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔

میرا یقین ہے کہ وہ اپنے آپ کو بدلنے ہی
پر قادر نہیں اپنی نشاۃِ ثانیہ بھی کر سکتا ہے وہ نئے
سرے سے زندہ ہو سکتا ہے۔ وہ خود بہشت میں
داخل ہو کر اپنے اخلاف کو بھی اس میں جنم دے
سکتا ہے اور اپنے اسلاف کے جہنم کو بھی
بہشت میں تبدیل کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے
لیے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی حقیقت و اصلیت
پر از سرِ نو غور کرے۔ خود سوچے اور اپنی ذہنی و
روحانی قوتوں کے ذریعے معرفتِ ذات کے حصول
کے ساتھ ساتھ حیات و کائنات کی حقیقت بھی
معلوم کرے۔ ویسے انسان ایک حد تک حیات
کائنات کے اسرار و رموز جان گیا ہے۔ وہ حقیقت
زیست سے بھی آشنا ہو چکا ہے لیکن انسانی معاشرہ
بے شمار افراد کے مجموعے کا نام ہے اور افراد کی
اکثریت ابھی تک اپنے آپ سے نا آشنائے محض
ہے۔ جس دن اکثر افرادِ انسان یہ سب کچھ جان
گئے اسی دن وہ یہ بھی جان لیں گے کہ جسمانی
موت بھی محض ایک اضافی شے ہے۔ جو کچھ ہے
وہ زندگی ہی زندگی ہے۔ انسان کسی متعین منزل
تک پہنچنے کا پابند نہیں ہے اس کی کوئی منزل
ہی نہیں ہے وہ خود منزل ہے اور یہ جنہیں

Marfat.com

منازل و مقاصد سمجھا جاتا ہے یہ حقیقت میں انسان کے نقوش پا اور انسانی کارواں کی گردِ راہ ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ آج کا انسان کس مقام پر کھڑا ہے۔ اس نے گزشتہ اچھی اور بری وراثتوں سے کیا کچھ باقی رکھا ہے اور کیا کیا ترک کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے خود اچھائیوں میں کتنا اضافہ کیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس نے صحت مند وراثتوں کو کتنی ترقی دی ہے اور غیر صحت مند وراثتوں میں کتنا اضافہ کیا ہے۔ وہ آئندہ نسلوں کے لیے راحت و آرام اور مسرت و اطمینان کے کتنے اسباب و روایات چھوڑے گا اور ان کو کلفتوں میں کس حد تک مبتلا کرے گا۔ یعنی وہ خود آئندہ زندگی میں کیا صورت اختیار کرے گا۔

اس سوال پر غور کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ کیا آج کا انسان حاضر و موجود سے مطمئن ہے! کیا اسے واقعی قلبی سکون و اطمینان حاصل ہے؟ کیا وہ مسرت سے بہرہ ور ہے! اور کیا وہ اپنے ابنائے جنس پر کلی اعتماد کرنے کے قابل ہوگیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کیا اسے اپنے آپ پر اعتماد ہے!

اس میں شک نہیں کہ آج کا انسان کئی پہلوؤں سے اپنے آبا و اجداد کے مقابلے میں بہتر زندگی سے بہرہ ور ہے۔ اس لیے کہ اس

Marfat.com

نے آبا و اجداد کی اچھائیوں میں اضافہ کیا ہے۔ لیکن دوسری طرف اس کی مصیبتیں اور کلفتیں بھی اس کے آبا و اجداد کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔ کیونکہ وہ بہت سی غلط وراثتوں اور جاہلانہ روایتوں سے آزاد نہیں ہو سکا۔ اس نے بعض گزشتہ خرابیوں کو ترک بھی کیا ہے لیکن اکثر برائیوں میں اضافہ بھی کیا ہے۔ چنانچہ نظریہ آتا ہے کہ وہ اپنی آئندہ نسلوں کو بھی اسی طرح اچھائیاں اور برائیاں منتقل کرے گا جیسے اس کے آباد اجداد نے اسے دونوں چیزیں منتقل کی ہیں۔ لیکن کیا آج کے انسان کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ آئندہ نسلوں کو پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی پیش کرے! گذشتہ انسان کو تو اس لیے معاف بھی کیا جا سکتا ہے کہ اس کے پاس وہ سامان و اسباب کم تھے جن سے اچھائیاں ہی اچھائیاں اختیار کی جا سکیں۔ وہ اتنا روشن دماغ اور بالغ العقل نہیں تھا کہ نیکی اور بدی میں کما حقہ' امتیاز کر سکے، لیکن آج کا انسان خرد و شعور میں جو ترقی کر چکا ہے، اس کے پیش نظر اگر وہ برائیوں سے کلی اجتناب نہ کرے تو اسے معاف کرنا مشکل ہوگا۔

یہاں ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج کا انسان کس سمت جا رہا ہے؟ اس کا نصب العین کیا ہے؟ مقصد غایت نہ سہی اس کا فوری نظریۂ حیات کیا ہے؟

Marfat.com

بظاہر تو یہی دکھائی دیتا ہے کہ آج کا انسان بھی کل کے انسان کی طرح اپنے ہی تضادات کا شکار ہے۔ وہ بلندیوں کو بھی چھو رہا ہے اور پستیوں میں بھی گر رہا ہے۔ وہ اپنے آباد اجداد ہی کی طرح حاضر و موجود سے مطمئن نہیں ہے۔ وہ جزوی طور پر مسرتوں سے ضرور بہرہ ور ہے لیکن غم و حزن کے بادل بھی اس کے سر پر منڈلا رہے ہیں۔ وہ تہذیب و تمدن اور ترقی و خوشحالی کے میدان میں بھی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے، لیکن اسی رفتار کے ساتھ وہ تخریبی اور غیر انسانی سرگرمیوں کے میدان میں بھی سرپٹ دوڑ رہا ہے۔ اس کے اپنے بنائے ہوئے قوانین، اس کی عدالتیں، اس کی پولیس، اس کی فوج، اس کا اسلحہ، اس کے جنگ و جدل (انفرادی، اجتماعی، مقامی اور عالمگیر) یہ بتاتے ہیں کہ اسے اپنے اوپر اعتماد نہیں ہے۔ وہ اپنے آپ سے خوفزدہ ہے۔ اس نے جہاں بہت حد تک ما بعد الطبیعاتی اور توہماتی خوف سے نجات حاصل کی ہے وہاں وہ اپنے خوف سے بری طرح کانپ رہا ہے۔ قدرت کی بہت سی قوتوں کو زیر کر چکا ہے، لیکن اپنی قوت سے مغلوب ہے۔

انسان کی زندگی شروع ہی سے دو چیزوں کی محکوم و مغلوب رہی ہے۔

(۱) قدرتی حوادث، جیسے زلزلہ، سیلاب، شدید گرمی، شدید سردی، بجلی کا گرنا، بارش کا نہ ہونا،

Marfat.com

قحط اور وبائیں ، سانپ اور درندے وغیرہ

(۲) انسان کا باہمی تصادم

اوّل الذکر امور پر انسان وقتاً فوقتاً قابو پاتا رہا ہے ، اور ان سے نجات حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف عمل رہا ہے ۔ چنانچہ آج وہ قدرتی حوادث کی ہلاکتوں سے پہلے کے مقابلے میں زیادہ محفوظ و مامون ہے ۔ حفاظت کے بہت کچھ سامان مہیا ہو گئے ہیں اور باقی مہیا ہو سکیں گے سائنس کی ترقی اور جدید ایجادات نے اتنی سہولتیں پیدا کر دی ہیں کہ اب دنیا کے کسی حصے میں کوئی تکلیف دہ نما ہو تو پوری دنیا کو اس کا فوری علم ہو جاتا ہے اور ساری انسانیت اسے رفع کرنے کے لیے دوڑ کر پہنچ سکتی ہے ۔ شدید گرمی اور شدید سردی سے حفاظت کے معتدبہ سامان پیدا ہو گئے ہیں اب زندگی کا تمام تر مدار صرف موسمی بارشوں پر نہیں رہا ہے ۔ بارش کا پانی اب قحط سالی کے دنوں کے لیے محفوظ رکھا جا سکتا ہے ۔ انہار ، بجلی کے کنوؤں اور آب رسانی و آبپاشی کے دیگر متعدد ذرائع و وسائل نے بہت سی مشکلات دور کر دی ہیں اور اس بات کا امکان پیدا ہو چکا ہے کہ یہ مشکلات کالعدم ہو جائیں ۔

اسی طرح انسان دیگر قدرتی حوادث کے اسباب و وجوہ سے واقف ہو گیا ہے اور ایسے انتظامات ہو گئے ہیں کہ کسی حادثہ سے متاثر ہونے والی

Marfat.com

آبادی کو حادثہ کی پیشگی اطلاع ہو سکے ۔ الغرض اب کا انسان قدرتی حوادث کے سامنے پہلے زمانے کے انسان کی طرح کمزور بے دست و پا اور معذور و بے بس نہیں رہا ہے ۔ وہ ان سے مکمل نجات پانے کی نتیجہ خیز کوششوں میں مصروف ہے ۔ چنانچہ اب بہت سے مابعد الطبیعاتی اور توہماتی خوف معدوم ہو رہے ہیں اور انسان غم و الم کے خارجی اسباب کا خاتمہ کرنے پر کمر ہمت باندھ چکا ہے ۔ اسی طرح توہماتی خوف کی کمر بھی ٹوٹ رہی ہے ۔ اب جب لوگ بیمار ہوتے ہیں اور ان کی زندگی کو خطرہ پیدا ہو تو وہ ڈاکٹر سے جلد از جلد رجوع کرتے ہیں ۔ وہ اسے کسی آسیب کا سبب نہیں مانتے بلکہ اس کے اصلی اسباب پر غور کرتے ہیں ۔ اب لوگ صحت کے اصولوں سے آشنا ہو گئے ہیں اور نفع یا نقصان کو کسی کی دعا یا بد دعا کا نتیجہ تسلیم نہیں کرتے ۔ فال و رمل میں یقین کمزور ہو رہا ہے ۔ جہاں پہلے بھوت پریت کے غول کے غول پھرا کرتے تھے وہاں شہر اور کارخانے قائم ہو چکے ہیں اور انسان رقص و موسیقی میں مصروف ہے ۔ اب آسمان کا وہم و طلسم بھی ٹوٹ گیا ہے ۔ جسے پہلے آسمان سمجھا جاتا تھا اور جہاں پر عذاب کا منبع بتایا جاتا تھا وہ اب ایک فضائے بسیط اور خلائے بے کراں ثابت ہو گیا ہے جس میں اجسام ساکن یا

متحرک ہیں۔ طرفہ یہ کہ زمان و مکان کا وہم و
طلسم بھی ٹوٹ گیا ہے بلندی و پستی کا تصور باطل
ہو گیا ہے نا ممکنات کی دنیا اجڑ رہی ہے اور
ممکنات کی نئی دنیا آباد ہو رہی ہے۔ جو انسان
پہلے بھوت پریت کے خوف کے سبب کسی
سنسان جگہ میں جانے سے ہچکچاتا تھا وہ اب
چاند کے گرد چکر لگا کر صحیح و سلامت اور
خوش و خرم واپس آتا ہے۔ انسان کے اس
پہلو کو دیکھ کر یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ
آنے والے دور میں بہت سے سربستہ
رازوں کو افشا کر چکے گا۔ بہت سی ناممکنات
کو ممکنات میں بدل دے گا اور حیرت و
استعجاب کے پردوں کو ہٹانے کے قابل ہوگا۔
عجب نہیں کہ وہ زمین سے اڑ کر دوسرے
سیاروں میں بھی اسی طرح آباد ہو جیسا کہ
زمین پر ہے اور کیا عجب کہ اجرام فلکی
کائنات کے مختلف شہروں اور مقامات کی
حیثیت اختیار کر لیں اور ایک ستارے سے
دوسرے ستارے تک انسان اسی آسانی کے
ساتھ جانے لگے جیسے اب وہ کراچی سے
پشاور یا پشاور سے کابل اور ماسکو جاتا ہے۔
انسان کے غم و الم کے دوسرے اسباب
داخلی ہیں۔ اگرچہ یہ داخلی اسباب خارجی
اسباب پر بھی اثر انداز ہو رہے ہیں
لیکن یہ اتنے زیادہ شدید ہیں کہ کسی وقت انسانی

Marfat.com

زندگی کا خاتمہ بھی کر سکتے ہیں - یہ داخلی اسباب انسان کے خود پیدا کردہ ہیں ، اور یہ تعجب کی بات ہے کہ جو انسان ایک پہلو سے اتنا روشن اور تابناک ہے اس کا یہ دوسرا پہلو اتنا ہی تاریک اور بھیانک ہے. اس وقت شکایت اور مشکل یہ نہیں کہ فلاں بات ہو نہیں سکتی بلکہ یہ ہے کہ فلاں لوگوں نے دوسرے لوگوں کو فلاں فلاں چیزوں سے محروم کر رکھا ہے - ضرورت اور آسائش کی ساری چیزیں موجود ہیں لیکن اکثر لوگ ان سے بہرہ مند نہیں ہیں اور جو ان سے بہرہ مند ہیں وہ مطمئن نہیں ہیں - کیونکہ انہیں ان آسائشوں سے اچانک محرومی کا دھڑکا لگا رہتا ہے - ہر بیماری کا علاج اور نسخہ شفا موجود ہے لیکن کچھ لوگ اس لیے مر جاتے ہیں کہ ان کے پاس علاج کے لیے کافی رقم نہ تھی - یا نسخہ شفاء کو ذخیرہ اندوزوں اور چور بازاریوں نے نایاب حد تک کمیاب اور از حد گراں بنا کر عام لوگوں تک پہنچنے سے روک دیا تھا - صحت مند غذا اور خوراک کے علم میں متعدد بہ اضافہ ہو گیا ہے لیکن خالص اشیائے خوراک کی کمی ہے کیونکہ لوگوں نے زیادہ دولت کمانے کی خاطر ان میں ملاوٹ شروع کر دی ہے - ہر قسم کی تعمیرات کے فن نے خوب ترقی کی ہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد عمارات ، بند اور پل

ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں کیونکہ ان کے لیے جتنی رقم منظور ہوئی تھی، وہ پوری صرف نہیں ہوئی۔ باقی رقم اسی قوم کے افراد نے ہڑپ کی جن کی خاطر یہ تعمیرات ہو رہی تھیں۔ قوم کی مجموعی آمدنی میں اضافہ ہونے کے سبب فی کس آمدنی پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ ہو گئی ہے لیکن ہوشربا گرانی نے آمدنی میں اضافہ کو ناکارہ اور ناکافی بنا دیا ہے۔ یہ گرانی اگر قدرتی اسباب کی بناء پر دہ فیصد ہے تو بیس فیصد اضافہ اس میں مصنوعی طور پر کیا گیا ہے۔ اس میں خود صارفین کا بھی ہاتھ ہے کہ وہ غیر ضروری اشیاء خریدے بغیر نہیں رہ سکتے۔ پھر رسم و رواج کے فضول اخراجات اور لڑائیوں اور مقدمہ بازیوں کے بے اندازہ اخراجات رہی سہی کسر بھی پوری کر رہے ہیں۔ دولت پرستی کا جذبہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ دولت آفرینی کم اثر دکھا رہی ہے۔ چنانچہ معیارِ زندگی بلند ہو تو کیونکر بلند ہو۔ قومی پیداوار موجودہ آبادی کے لیے بھی کافی نہیں لیکن آبادی میں ہر سال اتنا اضافہ اور ہوتا ہے کہ پچھلے سال کا معیارِ زندگی بھی برقرار نہیں رہتا۔

یہ اور اس قسم کے ہزاروں داخلی اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے انسان کی زندگی مغموم و ملول ہے اور یہ داخلی اسبابِ غم

Marfat.com

خارجی اسباب ملال میں بھی اضافہ کر رہے ہیں۔ مثلاً جب کسی قوم کے افراد میں انتشار و تفاق کے ساتھ ساتھ دیانت و ذمہ داری کا بھی فقدان ہو تو پھر سیلابوں اور وباؤں اور قحط و قلت کے عذابوں کا تسلط بھی زیادہ ہونے لگتا ہے۔ دیگر قدرتی حوادث بھی بڑھنے لگتے ہیں۔ کیونکہ ان کی روک تھام کرنا تو درکنار جب افراد قوم ان کو اپنے بداعمال کے ذریعے خود دعوت دیں تو پھر قانونِ قدرت کیوں حرکت میں نہ آئے۔ ایسے میں تو اگر قدرت نے دودھ اور شہد کے سمندر بھی پیدا کیے ہوں تو لوگ پانی کے ایک ایک قطرے کو ترسیں گے۔

اصل بات یہ ہے کہ انسان کو اپنے عمل کی جزا یا سزا ضرور ملتی ہے۔ افراد کا عمل اگر مفید ہو تو اس سے نہ صرف اس کے مصائب کم ہوتے ہیں بلکہ اس کی راحتوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اور اگر ان کا عمل غیر مفید اور تخریبی ہو تو وہ جہاں قدرتی حوادث اور اسبابِ غم پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں تو وہاں وہ اپنی طرف سے بھی غم و الم کے پہاڑ کھڑا کر دیتے ہیں ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

جس قوم کے افراد آپس میں تعاون، دیانت محبت اور خلوص کے ساتھ زندگی بسر کرنا ترک

Marfat.com

کر دیتے ہیں، اس کی جسمانی اور ذہنی قوتوں
کی کیفیت اس قوم سے مختلف ہوتی ہے
جس کے افراد دیانت و صداقت اور تعاون و
ہمدردی کی زندگی بسر کرتے ہوں اور جن کی
زندگی کا ایک ایک لمحہ خلوص و محبت سے
سرشار رہتا ہو۔

جس قوم کے صنعت کار مستاجر و اجیر،
تاجر و خریدار، زمیندار و کاشت کار، معلم و
شاگرد، افسر و ماتحت اور عوام و خواص سب
با اصول، منصف مزاج اور دیانت دار و ذمہ دار
ہوں گے ان کی صنعت، تجارت، زراعت، لین
دین اور کاروبار کو ترقی ہوگی۔ معیارِ زندگی بلند
ہوتا جائے گا اور فراوانی و بہتات میں اضافہ پر
اضافہ ہوتا جائے گا۔

ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ مصنوعات اسی
صورت میں زیادہ بک سکتی ہیں جب وہ
اچھی اور سستی ہوں اور عوام میں ان کو
خریدنے کی قوت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ
قوموں کے عقلمند کارخانہ دار بہتر سے بہتر مال تیار
کرکے کم سے کم منافع لیتے ہیں تاکہ خریدار
زیادہ ہوں، ان کے گاہکوں میں سال بسال
اضافہ ہو اور ان کا نفع مستقل رہے۔ عقلمند
صنعت کار اپنے نفع میں نہ صرف اپنے کارکنوں
اور مزدوروں کو شریک اور حصہ دار بناتے ہیں
بلکہ صارفین کو بھی بہتر سے بہتر مال کی

Marfat.com

ساخت کرنے اور قیمت میں وقتاً فوقتاً تخفیف کی صورت میں امداد دیتے ہیں۔ یہ کارخانہ دار ایسا کرکے کوئی ایثار نہیں کرتے بلکہ اپنی دانائی اور بینائی کا ثبوت دیتے ہیں۔ دوسروں کو فائدہ پہنچانا دراصل اپنے آپ کو فائدہ پہنچانے کے مترادف ہے۔ نیکی اس کو کہتے ہیں کہ اپنا بھی نقصان نہ ہو اور دوسروں کو بھی فیض حاصل ہو۔

ہر شخص جو کچھ پیدا یا تیار کرتا ہے، اپنے ہی فائدے کے لیے کرتا ہے۔ وہ دوسروں کی ضرورت کی اشیاء پیدا کرنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ اسی میں اس کی اپنی ضروریات کی تکمیل کا راز پنہاں ہے۔ جو فرد دوسرے افراد کی ضروریات پورا کرنے میں لوگوں کی سہولت، آرام اور فائدہ کا جتنا زیادہ خیال رکھے گا اتنا ہی اس کا اپنا بھلا ہوگا۔ ہر شخص اپنی ضروریات کے لیے دوسروں کا محتاج ہے۔ فرد کی زندگی کا دار و مدار فرد پر ہی ہے۔ اس لیے عقلمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر فرد دوسرے فرد کو راحت و آرام پہنچائے اور اس کے نتیجہ میں ہر فرد راحت و آرام حاصل بھی کرے۔ جو شخص کسی درخت کے سایہ اور پھل سے بہرہ ور ہونے کی خواہش رکھتا ہے اس پر اس درخت کی پرورش اور حفاظت لازم ہے۔ لیکن اگر وہ کسی فوری اور ادنیٰ فائدے کے لیے اس

Marfat.com

درخت کو کاٹ لے تو ظاہر ہے کہ وہ اس کے تمام مستقل فوائد سے محروم ہو جائے گا۔ اگر ایک کاشت کار بیلوں کی جوڑی کی پرورش اور حفاظت نہیں کرے گا، اسے اچھی خوراک اور آرام نہیں دے گا بلکہ اس کے برعکس اس سے زیادہ سے زیادہ کام لے گا تو اس کے بیل لاغر ہو کر بیکار ہو جائیں گے اور جلد مرجائیں گے۔ پس بیلوں سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی عمدہ پرورش ہو۔

یہی بات فرد اور فرد کے تعلق کی ہے۔ جب ایک فرد دوسرے کو تہی مایہ بناتے گا تو اسے آگے جاکر خود بھی کچھ نہیں ملے گا۔ لہٰذا جو فرد دوسرے فرد کو فائدہ پہنچانا ایک مفید کاروبار سمجھے وہ عاقل اور دانا شخص ہوتا ہے اور جو شخص دوسروں کے نقصان میں اپنا نفع سمجھتا ہے تو وہ نادانی اور حماقت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ہر فرد دوسرے فرد کے لیے ایک سایہ دار اور ثمر دار درخت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر افراد ایک دوسرے کو بے برگ و بار کرنے کی کوششوں میں لگے رہیں گے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔

جو شخص اپنے گھر کی گندگی نکال کر ہمسائے کے گھر میں داخل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور پھر یہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنا گھر غلاظت سے صاف کرلیا ہے وہ

Marfat.com

فلسفہ آب و گل

انتہائی نادان اور پرلے درجہ کا احمق ہے کیونکہ ہمسایہ کے گھر میں جو مہلک جراثیم پیدا ہوں گے ان کے مضر اور مہلک اثرات سے وہ خود بھی نہیں بچ سکتا ۔ اسی طرح جو شخص اپنے گھر کے رستے میں پھول اور ہمسایہ کے راستے میں کانٹے بچھا کر خوش ہوتا ہے وہ اپنی جہالت و حماقت کے سبب اپنا دشمن آپ ہے

کسی ہوٹل کا مالک جب اپنے گاہکوں کو خالص اور صحت بخش کھانا نہیں دیتا اور خود اچھا کھانا کھا کر یہ سمجھتا ہے کہ وہ خود بیماریوں اور خرابی صحت سے محفوظ ہے تو اس کی عقل کا جتنا ماتم کیا جائے کم ہے ۔ ایسا ہوٹل کب تک چلے گا جس کا کھانا کھانے والے بیمار اور فوت ہوتے ہوں اور اگر اس کی حماقت و نادانی سے شہر میں ہیضہ پھوٹ پڑے تو کیا وہ خود اور اس کا خاندان اس کی زد میں نہیں آئے گا ۔ اگر سارے ہوٹل والے اس کے نقش قدم پر چلیں تو کیا کسی وقت وہ خود ایسا کھانا کھانے پر مجبور نہیں ہوگا ؟ اور کیا وہ یہ بات نہیں سمجھ سکتا کہ وہ اپنے گھر کی جملہ ضروریات بھی تو دوسروں سے خریدتا ہے اور اس کے بہت سے کاموں کا دار و مدار بھی تو دوسروں پر ہے ۔ اگر سب اسی جیسا وتیرہ اور طرزِ عمل اختیار کریں

Marfat.com

تو خود اس کا کیا حشر ہوگا؟ خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے۔ ایک فرد کا اثر دوسرے فرد پر لازماً پڑتا ہے۔ افراد کے افکار و اعمال سے جو ماحول بنتا ہے، سب کو اس میں رہنا پڑتا ہے۔ اگر ہر شخص دوسرے کے گھر میں سنگ باری کرنا اپنا شعار بنائے تو محفوظ کون ہوگا؟ اگر افراد ایک دوسرے کے درپے آزار ہوں گے تو کیا وہ سب تباہی کی دلدل میں نہیں پھنسیں گے؟ جب سارے افرادِ معاشرہ ایک دوسرے کو الجھانے اور پھنسانے میں مصروف رہیں تو کیا وہ سب کے سب مل کر اپنے ارد گرد ایک ایسا جالا تننے میں مصروف نہیں ہوتے جس میں وہ خود ہی پھنسے اور الجھے رہیں گے؟

یہ درست ہے کہ انسان کو عروج حاصل ہو رہا ہے۔ اس کی تاریخ ارتقاء بتاتی ہے کہ وہ لمحہ بہ لمحہ، ساعت بہ ساعت، روز بہ روز، ہفتہ بہ ہفتہ، ماہ بہ ماہ، سال بہ سال اور صدی بہ صدی آگے ہی کو بڑھ رہا ہے۔ اس کا ہر آنے والا کل گزشتہ کل اور آج سے بہتر رہا ہے لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے سامنے دو نہایت اہم مسائل جوں کے توں موجود ہیں اور جب تک وہ حل نہ ہوں انسان اپنے آپ پر فخر نہیں کر سکتا۔ اوّل یہ

کہ انسانوں کا بہت قلیل طبقہ ابھی تک پسماندگی سے ابھر سکا ہے۔ اکثریت کی حالت خوار و زبوں ہے اور ایک اچھی خاصی انسانی آبادی ابھی تک نیم انسانی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اس میں اس کا اپنا ہی قصور سہی لیکن اس مسئلے کا حل تمام دنیا کے انسانوں کا فرض ہے۔ اور دوم یہ کہ انسان نے جہاں مادی اعتبار سے محیرالعقول کارنامے انجام دیے ہیں وہاں وہ اخلاقی معاملات میں پسماندہ ہے۔ اس پسماندگی، نکبت و ادبار میں افراد اور اقوام دونوں گرفتار ہیں اور اسی نے ان کے مسائل کے حل کی راہوں کو دشوار و صعب بنایا ہے۔

اقبال کو آج سے ۳۰ - ۴۰ سال پہلے ان انسانی مسائل کا احساس ستا رہا تھا۔ یہ احساس ان کے پورے کلام میں پایا جاتا ہے۔ انہوں نے انسان کو پسماندگی کی دلدل سے نکلنے کی سبیل بتائی ہے۔ ان کی تعلیم خودی کا عملی مفہوم یہ ہے کہ انسانی امت فردِ واحد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے اگر افراد ایک دوسرے کے لیے مفید رہیں تو وہ انسانی امت کی صورت میں ہمیشہ زندہ رہیں گے اور اگر وہ نفسی نفسی کے عالم میں رہیں گے تو اپنی خودی یعنی حیاتِ جاوداں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اقبال کے نزدیک اگرچہ فرد کو آزادی کامل حاصل ہونی چاہیے لیکن وہ جب بلند اور کامل

Marfat.com

انسان کا تذکرہ کرتے ہیں تو اس سے ان کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ کوئی ایک فرد کامل بن جائے بلکہ وہ تمام افراد کو سر بلند دیکھنا چاہتے ہیں۔ یعنی ہر فرد اپنی اپنی جگہ مکمل ہو۔ فرد کو معاشرے کے تابع ان معنوں میں ہرگز نہیں دیکھنا چاہتے کہ فرد معاشرے کا غلام ہو۔ ان کے نزدیک فرد معاشرے کا خالق ہے۔ اگر وہ اچھا ہے تو معاشرہ بھی اچھا ہے۔ لیکن اگر وہ پست ہے تو معاشرہ بھی پست رہے گا۔ اسی لیے وہ بلند اوصاف انسان چاہتے ہیں تاکہ انسان کا معاشرہ بلند ہو اور اس میں فرد کی زیادہ سے زیادہ ترقی کے سامان پیدا ہوں۔ ایک حقیقی اور سر بلند معاشرے کے انسان مر کر بالکل گم نہیں ہوتے بلکہ زندہ سے زندہ تر رہتے ہیں۔

اقبال نے اسی حیات ابدی کے حصول کی تعلیم و ترغیب دی ہے۔
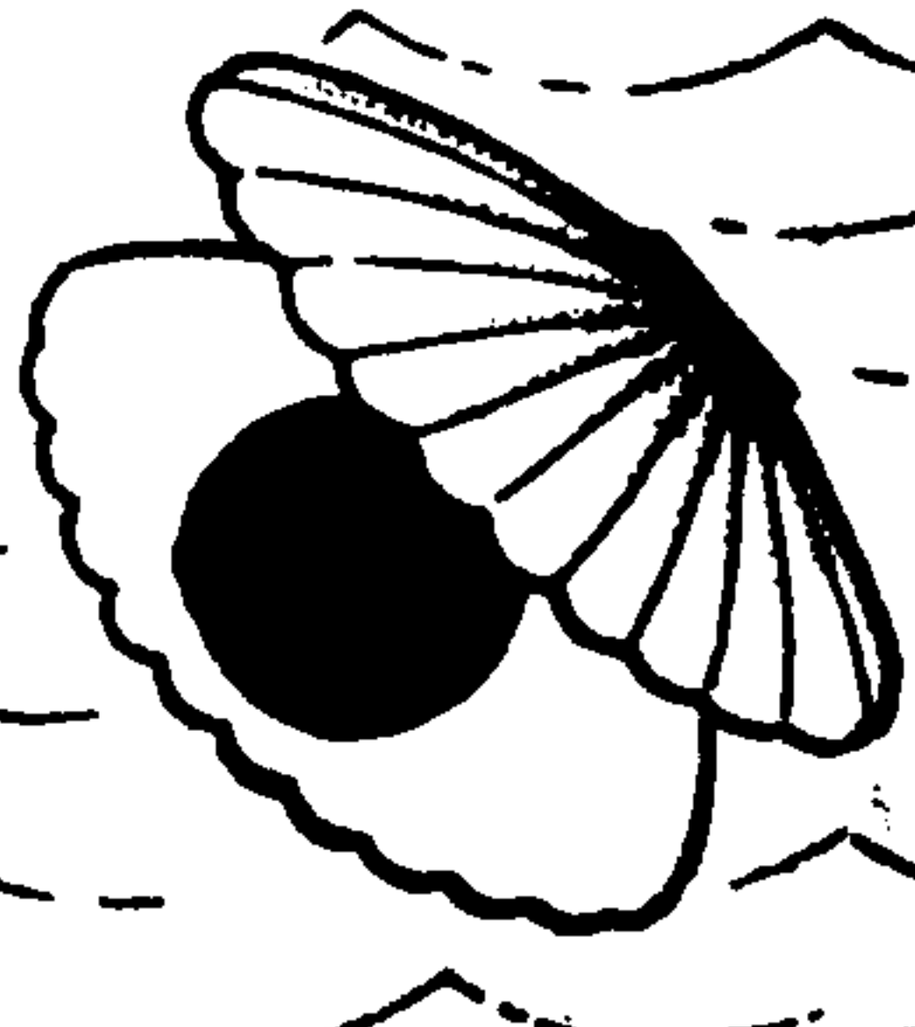
فلسفهٔ آب و گِل